***Journal of Religion & Society* (JRS)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

APPROACH OF MUSLIM THEOLOGIANS TO PROPHECY

تصور نبوت قدیم اور معاصر متکلمین کے مناہج

Muhammad Anisur Rahman
Phd Scholar at HITEC University Taxila.
ak.anis1994@gmail.com
Saeed Ahmed
Lecturer at HITEC University Taxila
Saeed.ahmed@hitecuni.edu.pk
Fozya Ayob
Lecturer at University of Wah.
Fouzia.ayub@uow.edu.pk

ABSTRACT
After acknowledging the existence of Allah (SWT), the second most important belief in Islam is the belief in Prophethood. The belief in Prophethood and Messengership is that Allah (SWT) sent a series of Prophets to guide humanity. Each Prophet was sent to a specific nation or region, commanding them to follow the oneness of Allah (Tawhid) and His commandments. The last of the Prophets in this series was Prophet Muhammad (PBUH). Due to the significance of the concept of Prophethood, Islamic theologians (Mutakallimun) have given special attention to the idea of Prophethood and have presented important doctrines regarding it. Additionally, they have extensively discussed the various sources and miracles that confirm the authenticity of the Prophets. Below are the key opinions of ancient and contemporary theologians regarding Prophethood.

Keywords: *Prophet, Messenger, Theologians, Miracle, Al-Ghazali, Ibn Taymiyyah, Shah Waliullah, Shabbir Ahmad Usmani*

نبوت ورسالت لغتاً واصطلاحاً

نبوت لفظ نباء سے ہے۔ نباء کا معنی خبر دینا ہے۔ لفظ نبی فعیل بمعنی فاعل ہے۔ نبی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دے۔ نبی کے لفظ میں ہمزہ کو ترک کیا گیا ہے۔ بعض لغویین کے نزدیک اس کا اصل النبوۃ یا النباوۃ سے ہو تو پھر لفظ نبی کا معنی ارتفاع ہو گا۔ یعنی نبی کو تمام لوگوں پر فضیلت اور بلندی دی گئی ہے۔[i]

وحی، نبوت اور رسالت الفاظ مترادفہ ہے۔ وحی کا معنی ہے اوحي ایہ بمعني اومي یعنی اشارہ کے ہے۔ یا گفتگو اس طور پر کریں کہ آپ اس کو دوسروں سے خفیہ رکھیں۔[ii] وحی کے دیگر معانی منقول ہے۔ اشارۃ، کتابت، رسالت، سریع وغیرہ۔ یدل علي القاء علم في احفاء او غیرہ الي

غیرک۔[iii] لسان العرب میں اس کے معانی نقل ہے۔ اشارہ، کتابت، رسالت، الہام، کلام خفی جو آپ کسی دوسرے شخص کے ساتھ کرتے ہیں۔[iv] رشید رضا صاحب وحی کے معنی بیان کرتے ہوئے امام راغب اصفہانیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ وحی کا معنی ہے۔ الاشارۃ السریعۃ، وحی کا لفظ سرعت کے معنی کو متضمن ہے۔ فالقول الجامع فی معنی الوحی انہ الاعلام الخفی السریع الخاص بمن یوجہ الیہ بحیث یخفی علی غیرہ[v]۔

خاص خبر رساں جس کو اللہ تعالیٰ منتخب کرتا ہے جبکہ نبی دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے نبی کو وحی ہوتی ہے۔ نبی کو اللہ تعالیٰ کے طرف سے شریعت دی جاتی ہے جبکہ شریعت میں امر نہی، وعظ، ارشاد اور وعد و عید شامل ہوتے ہیں۔[vi]

نبی اور رسول کے درمیان تعلق

معتزلہ کے نزدیک نبی اور رسول کے لفظ میں ترادف ہے۔ ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ کہ لفظ نبی بول کر رسول مراد لیا جاسکتا ہے اور لفظ رسول بول کر نبی مراد لیا جاسکتا ہے۔[vii] البتہ امام زمخشریؒ معتزلہ میں اس رائے کے قائل نہیں ہیں۔ جبکہ جمہور متکلمین کے نزدیک نبی اور رسول میں فرق ہے۔ فرق کی مختلف صورتیں اس طور پر بیان کی گئی ہے۔ کہ نبی اور رسول میں بلاغ اور عدم بلاغ کا وجوب، نئی شریعت کے ساتھ اور نئی شریعت کے بغیر، پیغمبر کی بعثت مومن قوم میں اور کافر قوم میں اس طرح دیگر بھی چند چیزوں کا فرق کیا گئے ہیں۔[viii]

تصوت نبوت اور قدیم متکلمین

تصور نبوت اور امام غزالیؒ کا منہج (م505ء)

امام غزالیؒ کا پورا نام محمد بن محمد الطوسی ہے۔ آپ کی پیدائش طوس خرسان میں 450ھ کو ہوئی۔ آپ نے تعلیم بغداد کی مشہور جامعہ نظامیہ سے حاصل کی ہے۔ آپ کے اساتذہ میں امام جوینیؒ کا نام شامل ہے۔ امام غزالیؒ کثیر التصانیف محقق تھے آپ کی وفات 505 ہجری کو ہوئی۔[ix]

امام غزالیؒ کا موقف ہے کہ جب انسانوں کو راہنمائی کی ضرورت ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو بھیجتے تھیں جبکہ حضور ﷺ اس سلسلہ نبوت کے اخری نبی ہے۔ جبکہ معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر انبیاء کرام کا بھیجنا واجب ہے جبکہ امام غزالیؒ اس موقف سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ندعي ان بعثة الانبياء جائزة وليس بمحال ولا واجب و قالت المعتزلة انه واجب وقد سبق وجه الرد عليهم و قالت البراهمة انه محال وبرهان الجواز انه مهما قام الدليل علي ان الله متكلم و قام الدليل علي انه قادر"۔[x]

امام غزالیؒ کے ہاں انبیاء کی بعثت جواز کے درجے میں ہے یہ واجب اور محال نہیں ہے۔ معتزلہ کے نزدیک نبوت واجب ہے جبکہ براہمہ کے نزدیک نبوت محال ہیں۔ امام غزالی براہمہ کا رد کرتے ہوئے دلیل بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت متکلم اور قادر ہے لہذا اللہ تعالیٰ کے لیے کیسے نبوت کو جاری کرنا محال ہوگا۔ جبکہ قرآن مجید میں بھی بار بار انبیاء کی نبوت کا ذکر پایا جاتا ہے۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ نبوت کی تین خواص ہیں ایک قوت تخیل، قوت نظری اور قوت عملی۔ قوت تخیل اس وقت کام کرتی ہے جب ظاہر حواس کام نہ کریں۔ جیسے نیند میں یہ قوت زیادہ کام کرتی ہے۔ قوت متخیلہ صورتوں میں تصرف بھی کرتا ہے۔ اس تصرف میں بالکل محسوسات کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ یہ نبوت کا ادنی درجہ ہے۔ اس کے بعد کا درجے میں قوت عقلی اور عملی دونوں ایک ساتھ کام کرتی ہے۔ نبوت کہ اس درجہ میں تینوں قوتیں کام کرتی ہے۔[xi]

امام غزالیؒ نے نبوت کا مطلقاً اثبات کرنے کے بعد حضور ﷺ کی رسالت پر استدلال کے دو طریقے بیان کی ہے پہلی دلیل قرآن مجید کا وجود ہے جبکہ دوسری دلیل حضور ﷺ کی معجزات ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں

"حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی دو صورتیں ہیں۔ پہلا تمسک بالقرآن ہے۔ کیونکہ معجزہ تحدی کے ساتھ وقوع پذیر ہونے والے خرق عادت کا نام ہے۔ اور یہی بات قرآن میں پائی جاتی ہے اور اگر کوئی کہے قرآن کے معجزہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اس کے جواب میں امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی فصاحت اور منہج اس کا معجزہ ہے۔ دوسرا حضور ﷺ کی نبوت کا اثبات یہ ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی کئی دیگر معجزات کا ظہور آپ ﷺ کی ہاتھ سے ہوا ہے۔ جیسے انشقاق قمر، انگلیوں سے پانی کا نکلنا، سنگریزوں کا تسبیح پڑھنا، وغیرہ"۔[xii]

امام غزالیؒ کی اس مذکورہ رائے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ معجزات کے وجود کے قائل ہیں۔ اور فلاسفہ اور معتزلہ کے طرف سے معجزات پر وارد اعتراضات کو اہم نہیں سمجھتے ہیں۔ فلاسفہ اور عقلیت پسند لوگوں کے ہاں معجزات کا وجود نہیں ہے کیونکہ یہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ البتہ معجزات میں جس طرح خرق عادت امور پائے جاتے ہیں اس طرح جادو وسحر میں پائی جاتی ہے۔ ان کے درمیان بھی امام غزالیؒ فرق واضح کرتے ہیں۔

چنانچہ جادو وسحر اور معجزہ میں امام غزالیؒ تمیز کرتے ہوئے لکھتے ہیں "فاما الشبهة الثانة وهو عدم تمييز المعجزة عن السحر والتخيل فليس كذالك فان احدا من العقلاء لم يجوز انتها السحر الي احياء الموتي و قلب العصا ولف القمر و شق البحر وابراء الاكمة والابرص و امثال ذلك القول اوجيز ان هذا القائل ان ادعي ان كل مقدور لله تعاليى فهو ممكن تحصيله بالسحر فهو قول معلوم الاستحالة بالضرورة وان فرق بين فعل قوم و فعل قوم فقد تصور تصديق الرسول بمايعلم انه ليس من السحر "[xiii]

جو امور معجزات سے ظہور پذیر ہو سکتے ہیں وہ سحر سے نہیں ہو سکتے ہیں۔ بعض امور ایسے ہیں کہ جس کا واقع ہونا شعبدات سے نہیں ہو سکتا ہے جب تک خدائی طاقت اس میں تاثیر نہ کریں۔ جبکہ انبیاء کے معجزات ایسے ہوتے ہیں جو جادو کی طاقت سے خارج ہوتی ہے۔ لہذا معجزہ اور سحر میں تمیز مشکل نہیں ہے۔

ابن غزالیؒ ثبوت نبوت کے لیے معجزات کو ایک اہم دلیل شمار کرنے کے بعد معجزات کے حوالے سے ایک اختلاف ذکر کرتے ہیں کہ معجزات سے مراد کوئی خرق عادت کام کا وقوع ہے جو کہ بغیر سبب اور علت کے واقع ہو جاتا ہے جس کا مقصد نبی کی اثبات ہوتی ہے۔ اشاعرہ کے نزدیک معجزہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے صادر ہوتا ہے۔ جبکہ ابن رشد اور دیگر فلاسفۃ کی رائے ہے کہ دنیا کے تمام کام اسباب اور علل کے تحت ہوتا ہے۔ اس لیے معجزات بھی افعال دنیا میں سے ہے لہذا یہ بھی کسی سبب اور علت کے تحت وقوع پذید ہوا ہے لیکن وہ سبب اور علت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ لکھتے ہیں: الاقتران المشاهد في الوجود بين الاسباب والمسببات اقتران تلازم بالضرورة فليس في المقدور ولا في الامكان ايجاد السبب دون المسبب ولا وجود المسبب دون سبب [xiv]

امام غزالیؒ اس رائے کی رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سبب اور مسبب، علت اور معلول کا اقتران ضروری نہیں ہے۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوتے ہیں لیکن یہ دونوں الگ الگ وجود رکھتے ہیں۔ ایک کی نفی سے سے دوسری کی نفی لازم نہیں اتی۔ جیسے پانی پیے بغیر پیاس ختم ہو، کھانا کھائے بغیر بھوک ختم ہو، ایسا نہیں ہے کہ اگر ہو گی تو روئی جلے گی۔ بلکہ اللہ جب چاہے وہ بغیر واسطہ کے کوئی فعل کریں یا ملائکہ کے واسطے کریں۔ جمادات میں فی نفسہ تاثیر نہیں رکھتے نہ جمادات میں یہ تاثیر ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"الاقتران بيني مايعتقد في العادة سببا ومايعتقد مسببا ليس ضروريا عندنا بل كل شيئين ليس هذا ذاك ولا ذاك هذا ولا اثبات احدهما متضمن لاثبات الاخر ولا نفيه متضمن لنفي الاخر فليس من ضرورة وجود احدهما وجود الاخر ولا من ضرورة عدم احدهما عدم الاخرة۔۔۔۔۔۔۔۔ فاعل الاحتراق يخلق السواد في القطن والتفرق في اجزائه وجعله حراقا ورمادا هو الله تعالي اما بواسطة الملائكة او بحير واسطة فاما جماد لا فعل لهم "ا۔[xv]

ابن رشدؒ اسباب وعلل کو ضروری سمجھتے ہوئے رائے قائم کرتے ہیں کہ اسباب وعلل کا ہونا ضروری ہے اگر اس کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر محالات کو ماننا لازم ائے گا۔ چنانچہ ابن رشدؒ معجزات کے باب میں امام غزالیؒ کی اس قول پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔"ان الاتفاق في الموجودات يدل علي كون الفاعل عاقلا و كون الموجود مقصود انه غاية مايدل علي سائر المدرسة فمن رفع الاسباب فقد رفع العقل"[xvi] اس طرح دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ اما انكار وجود الاسباب الفاعلة التي نشاهد في المحسوسات نقول سفسطائي۔[xvii]

امام رازیؒ اور تصور نبوت (م606ھ)

امام رازیؒ کا پورا نام محمد بن ضیاء الدین عمر بن الحسین بن الحسن فخر الدین ہے۔ آپ طبرستان کے شہر ری میں 559 ہجری کو پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات ہرات میں 606 ہجری کو ہوئی۔[xviii]

امام رازی عقیدہ توحید اور عقیدہ نبوت کو اسلام کے لیے لازم ملزوم سمجھتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں تحصيل العلم بالتوحيد والنبوة من الواجبات ويدل علي المعقول والمنقول[xix]۔ آپ نے منکرین نبوت کی دو قسمیں بیان کی ہے کہ ایک تو سرے سے جو ہر قسم کی نبوت ہ کا انکار کرتی ہے جبکہ دوسری گروہ نبوت کا اقرار کرتی ہے لیکن حضور صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی رسالت کا انکار کرتی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں

"احدهما الذي طعنوا في اصل النبوة وهم الذين حكي الله عنهم ان هم قالوا۔۔۔ ابعث الله بشرا رسولا والثاني الذين سلموا اصل النبوة وطعنوا في نبوة محمد وهم اليهود والنصاري"۔[xx] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں ان کے ہاں نبوت کا کوئی مقام حاصل ہی نہیں ہو گا۔ لہذا نبوت سے قبل ان کو پہلے وجود خدا پر قائل کرنا ہو گا۔

امام رازیؒ کے نزدیک نبوت کے ثبوت کی ایک دلیل معجزہ ہے لیکن نبوت کے وجود کے لیے معجزہ کا وجود شرط نہیں ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔"وليس من شرط الرسالة الاية المعجزة ولهذا علم وجود رسول كشيث وادريس وشعيب ولم تعلم لها معجزة"[xxi] لہذا امام رازیؒ کے نزدیک معجزہ شرط نہیں ہوا۔ بلکہ اتمام حجت کے طور پر پیش کرسکتے ہیں لیکن اثبات نبوت کے لیے شرط نہیں ہے۔ البتہ انبیاء کے لیے معجزات کی ضرورت بیان کرتے ہوئے امام رازیؒ لکھتے ہیں" وان يكون مخصوصا بمعجزات وخوارق عادات لينقادله الناس"[xxii] یعنی اگر معجزات پائے جائے تو یہ عوام کو نبوت کی طرف راغب کرنے میں معاون ہے۔

امام رازیؒ نبوت کی اثبات کی دوسری دلیل ذکر کرتے ہیں کہ ہم خود بھی عقلاً معلوم کرسکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بھلائی وحق کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ہم اس کی باوتوں پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اس تعلیمات پر عمل کرنے کی صورت میں ہمارا فائدہ انبیاء کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے جس سے نبوت کا اثبات ہوتا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"والقول الثاني ان نقول ان نعرف اولا ان الحق والصدق في الاعتقادات ماهو وان الصواب في العمال ماهو فاذا عرفنا ذلک ثم راينا انسانا يدعوا الخلق الي الدين الحق ورايناان لقوله اثرا قويا في الخلق من الباطل الي الحق عرفنا انه نبي صادق واجب الاتباع وهذا الطريق اقرب الي العقل والشبهات فيه اقل"[xxiii]

ابن تیمیہؒ اور تصور نبوت:

ابن تیمیہؒ کا مکمل نام تقی الدین احمد بن عبد الحلیم ہے۔ آپ تیمیہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کی پیدائش 621 ہجری کو حران میں ہوئی۔ آپ حنبلی مسلک کے پیروکار ہیں۔ البتہ بعض مسائل میں آپ نے حنبلی مسلک سے الگ رائے رکھتے ہیں۔ آپ کی وفات 728 ہجری کو دمشق شام میں ہوئی۔[xxiv]

ابن تیمیہؒ کے نزدیک نبی کا ذمہ داری یہ ہے کہ آپ لوگوں کو غیب کی خبریں دیں یعنی اللہ تعالیٰ کی پیغامات اپنی امت کو پہونچائے چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔ "النبوۃ وھو یتضمن ان اللہ ینبئہ بالغیب وانہ ینبئ الناس بالغیب والرسول مامور بدعوۃ الخلق و تبلیغھم رسالات ربہ"[xxv]

ابن تیمیہؒ وحی اور نبی کی اہمیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ قرآن وسنت اور اجماع ان تینوں کا مدلول ایک ہے یہ تینوں ایک دوسرے کے موافق ہے۔ جبکہ قرآن وحی ہے جو نبی پر نازل ہوتا ہے جبکہ یہ وحی حکمت ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔ "اذا قلنا الکتاب والسنۃ والاجماع فمدلول الثلاثۃ احد فان کل ما في الکتاب فالرسول موافق لہ والامۃ مجمعۃ علیہ من حیث الجملۃ فلیس في المومنیین الا من یوجب اتباع الکتاب مجمعون علي ذلک وکذالک کل ما اجمع علیہ المسلمون فانہ لایکون والا حقا موافقا لما في الکتاب والسنۃ لکن المسلمون یتلقون دینھم کلہ عن الرسول واما الرسول فینزل علیہ وحي القرآن ووحي اخر ھو الحکمۃ"۔[xxvi]

ابن تیمیہؒ معجزات کے وجود کے قائل ہیں اور معجزات کو انبیاء کی رسالت کے دلائل میں سے شمار کرتے ہیں اور معجزات کا وجود غیر انبیاء کے لیے محال تسلیم کرتے ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔ "فاختالوا للفرق بین المعجزات وغیرھا بان تجویز اتیان الکذاب بالمعجزات لیستلزم تعجیز الباري تعالي عما بہ یفرق بین الصادق والکاذب اولان دلالتھا علي الصدق معلوم بالاضطرار"[xxvii] دوسری جگہ لکھتے ہیں "انہ لایجوز ان یؤید اللہ کذابا علیہ بالمعجزات التي اید بھا الانبیاء الصادقین فان ھذا شر عام للناس یغلبھم ویفسد دینھم ودنیاھم واخرتھم"[xxviii] جبکہ معجزہ کی تعریف اس الفاظ میں کرتے ہیں۔ المعجزۃ کل خارق للعادۃ في اللغۃ۔[xxix]

حضور ﷺ کی رسالت کی دلائل دیتے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ امی تھے اس کے باوجود آپ کی تعلیمات تمام علوم سے اعلی ہیں۔ قرآن مجید کا نزول بھی حضور ﷺ پر ہوا ہے جو آپ کی نبوت کی دلیل ہے آپ لکھتے ہیں "وکون محمد کانا نبیا امیا ھو من تمام کون ما اتي بہ معجزا خارقا للعادۃ ومن تمام بیان ان تعلیمہ اعظم من کل تعلیم وھذا الکلام الذي انزل علیہ ھو آیۃ وبرھان علي نبوتہ فانہ لایقدر علیہ الانس والجن"۔[xxx]

حضور ﷺ کے معجزات کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ "وقد جمع لنبینا محمد صلي اللہ علیہ ولم جمیع انواع المعجزات والخوارق اما العلم والاخبار الغیبیۃ والسماع والرویۃ فمثل اخبار نبینا صلي اللہ علیہ وسلم عن الانبیاء المتقدمین وامھم ومخاطباتہ لھم واحوالہ معھم، وغیر الانبیاء من الاولیاء وغیرھم بما یوافق ما عند اھل الکتاب اللذین ورثوہ بالتواتر اوغیرہ من غیر تعلم لہ منھم"[xxxi]

ابن تیمیہؒ خرق عادت کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں۔ اول جو صاحب تقوی سے صادر ہو جیسے انبیاء اور ان واقع ہونے والی احوال اور خوارق۔ دوسری قسم وہ ہے جو مباحات میں اعانت کریں جیسے جنوں سے سلیمانؑ کا کام لینا۔ تیسرا قسم وہ ہے جو فواحش اور ظلم وشرک میں اعانت کرتا ہو۔ جیسے کہانت اور سحر۔[xxxii]

تصور نبوت اور معاصر متکلمین

تصور نبوت اور شاہ ولی اللہؒ

شاہ ولی اللہؒ کی پیدائش 1703ء کو مظفر نگر میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام شاہ عبد الرحیم تھا جو ایک بڑے عالم دین تھے۔ سترہ سال کی عمر میں والد کے وفات کے بعد آپ نے درس کا آغاز کیا۔ آپ نے کئی اہم موضوعات پر تصانیف لکھے۔ آپ کی وفات 1762ء کو دہلی میں ہوئی۔[xxxiii]

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک انسانی طبقات میں مختلف درجات ہیں لیکن انبیاء کا درجہ ان سب میں غالب ہے اور اس کے بعد حکماء کا درجہ آتا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں: "فالصدر الاول منھم الانبیاء وبعدھم الحکماء وکمالھم الانسلاح عن الالبسۃ الغیر المتاکدۃ ولا کسب لھم وانما ھو فطرۃ والاول ایضا عریض الاطراف۔"[xxxiv]

شاہ ولی اللہؒ نے امتوں میں صاحب فہم لوگوں کی مختلف اقسام اور درجات بیان کی ہے جن میں حکیم، خلیفہ، ہادی، امام، منذر وغیرہ ہیں۔ آپ کے نزدیک ان سب میں اعلیٰ درجہ نبی کا ہے۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں" کہ حکمت الٰہی کا اقتضاء ہوتا ہے کہ کسی مفہم کو لوگوں کی طرف بھیجے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے ذریعے لوگوں کو ظلمتوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ بندوں کا فرض ہوتا ہے کہ اپنی زبانوں اور دلوں سے اس کے ساتھ شریک رہیں اور مخالفوں سے ناخوش ہو کر ان سے علیحدگی اختیار کریں۔ خدا لوگوں کو اس کی اطلاع کرتا ہے ان پر اس کی اطاعت واجب کرتا ہے۔ ایسا شخص نبی ہوتا ہے"۔[xxxv]

شاہ ولی اللہؒ انبیاء کی خصوصیات کے بیان کرتے ہیں کہ انبیاء کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت پائی جاتی ہے۔ انبیاء جھوٹ نہیں بولتے اور ان کی دعائیں قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے بھیجتے ہیں سماوی تدابیر اس کے حق میں موافق کر دیتے ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔ لوگوں کو یقین ہو جاتا ہے جس بات کی طرف یہ ہمیں بلا رہا ہے یہ حق ہے۔ اس شخص میں کذب کا احتمال نہیں ہے۔ لوگ اس سے تقرب محسوس کرتے ہیں ان سے معجزار صادر ہوتے ہیں۔ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ یہاں تک لے لوگوں کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا درجہ بلند ہے۔ اس کا نفس مقدس ہے۔ اور ملائکۃ سے ان کا اتصال ہے۔[xxxvi]

شاہ ولی اللہؒ نے انبیاء کے لیے معجزات کے حوالے سے اپنی رائے نقل کرتے ہیں کہ معجزہ کا صدور انبیاء سے ہوتا ہے لیکن کسی نبی کے لیے لازمی نہیں ہے۔ جبکہ ان معجزات کی آپ نے ایسی تشریح بیان کی ہے جو ما قبل متکلمین کی تفصیلات سے ہٹ کر ہے۔ جبکہ سر سید نے بھی شاہ صاحب کی اس تشریح سے معجزات کے وجود سے انکار کیا ہے۔ جبکہ یہ استدلال من کل الوجوہ ٹھیک نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

"فلیست المعجزات ولا استجابۃ الدعوات وھو ذلک الامور خارجۃ من اصل النبوۃ لازمۃ لھا فی الاکثر وظھور معظم المعجزات یکون من اسباب ثلاثۃ" کہ معجزات اور دعاوں کا قبول ہونا نبوت کے اصل میں شامل نہیں ہے البتہ نبوت کے ساتھ منسلک ضرور ہوتے ہیں۔ جبکہ معجزات کے ظہور کے اسباب تین ہیں۔ 1۔ نبی مفہمین (صاحب فہم) کے رتبہ کے ہوتا ہے بعض حوادث اس پر ظاہر ہوتے ہیں۔ جبکہ یہ ظہور قبولیت دعا اور موجب برکت ہوتی ہے۔ 2۔ ملاء اعلیٰ نبی کے احکام سے متفق ہو کر احکام جاری کرنا چاہتا ہے۔ 3۔ خارجی اسباب کے وجہ سے معجزات پیدا ہو جاتے ہیں۔ عالم میں بڑے امور کا وقوع ہوتا رہتا ہے نبی اس سے لوگوں کو مطلع کر لیتا ہے۔[xxxvii]

شاہ صاحب کی اس تیسری سبب کو سر سیدؒ بنیاد بنا کر ثابت کرتے ہیں "کہ معجزات قوانین فطرت کے موافق ہوتا اور کسی امر یہ واقعہ کے ساتھ اس کا اتفاق محض اتفاقی ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ "پس بموجب اس اصول کے جس کی بناء پر ہم نے معجزہ و کرامت سے انکار کیا۔ شاہ صاحب بھی انکار کرتے ہیں۔ ایک جگہ تفہیمات میں تمام معجزات کو اسباب پر مبنی کہا ہے۔ جب اسباب پر مبنی ہوئے تو قانون قدرت کے موافق ہوا جب تابع قانون قدرت ہے تو معجزہ نہیں اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب بھی ہمارے اصول کے موافق منکرین معجزات سے ہیں۔[xxxviii] اس طرح انکار معجزات کے لیے شاہ صاحب کی یہ عبارت بھی نقل کرتے ہیں "ان مواطن نفس الامر متفاوتۃ منھما موطن الاسباب وفیہ العلۃ والمعلول والسبب والمسبب فحسب ومن المستحق عندنا انہ لم یترک الاسباب قط ولن یترک ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا انما المعجزات والکرامات امور اسبابیۃ غلب علیہ السبوع فبانیت سائر الاسبابیات"۔[xxxix]

وحی اور الہام میں فرق کرتے ہوئے شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ "تعلیم کی کئی اقسام ہیں ان میں سب سے عظیم القدر وحی الٰہی ہے جو انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔ الہام اور وحی میں کئی اعتبار سے فرق ہے۔ سب سے پہلا فرق تو یہ ہے کہ وحی کے نزول کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ ملاء اعلیٰ کی

قوتیں اس شخص کی قوت ادراک کو مسخر کر لیتی ہیں اور انتہاء میں خطیرۃ القدس سے علوم و معارف کا شخص مذکور پر فیضان ہونے لگتا ہے۔ الہام میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتی ہیں۔"[xl]

تصور نبوت اور قاسم نانوتوی کا منہج (م1880ء)

قاسم نانوتویؒ کی پیدائش 1833ء کو سہارن پور میں ہوئی۔ آپ نے تعلیم کا حصول دہلی سے کیا۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد مطبع احمدی میرٹھ کے ساتھ بطور مصحح منسلک ہوئے۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں آپ نے حصہ لیا۔ جنگ کے بعد آپ نے دو سال تک روپوشی کا زمانہ بھی گزارا۔ 1861ء میں حج سے واپسی کے بعد آپ نے دار العلوم دیوبند کی قیام کی عملی شکل دی۔ آپ کی وفات 1880ء کو ہوئی۔[xli]

قاسم نانوتویؒ حضور ﷺ کی رسالت کے حوالے سے رائے قائم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی نبوت ذاتی ہے جبکہ دیگر انبیاء کی نبوت آپ ﷺ کی نبوت کی فیض سے جاری ہوئے۔ اس کے کے ساتھ آپ خاتم النبیین بھی ہے لیکن خاتم النبیین کے اعتبار سے یہ فضیلت آپ کو نہیں ملی بلکہ یہ حقیقتاً آپ کو حاصل ہے۔ چنانچہ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں۔

"کہ عوام کے خیال میں خاتم ہونا اس معنی میں ہے کہ آپ ﷺ کا زمانہ سابق انبیاء کے زمانے کے بعد کا ہے۔ تقدم اور تاخر زمانہ بالذات کچھ فضیلت نہیں رکھتا۔۔۔ آپ ﷺ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سو آپ ﷺ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں ہیں۔۔۔۔ عالم حقیقی رسول اللہ ﷺ ہے اور باقی انبیاء اور اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں اوروں کی نبوت آپ ﷺ کی فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ آپ ﷺ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ عرض آپ جیسے نبی الامہ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء ہیں"[xlii]

گویا قاسم نانوتوی کے نزدیک خاتمیت ایک جنس ہے۔ جس کی دو قسمیں ہیں ایک زمانی اور دوسرا رتبی۔ خاتمیت زمانی کا معنی ہے۔ کہ حضور ﷺ سب سے اخیر زمانہ میں تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے اور اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہیں ہو گا۔ خاتمیت رتبیہ کے معنی ہے کہ نبوت ور سالت کے تمام کمالات اور مراتب حضور ﷺ کی ذات پر ختم ہیں۔

قاسم نانوتویؒ دعوی کرتے ہیں کہ آپ ﷺ رسالت کی کڑی کے آخری رسول ہیں اور آپ کے بعد کسی کے لیے نبوت ثابت نہیں اور اس کا ثبوت قطعی دلائل سے ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ "حضور ﷺ کی خاتمیت زمانی قرآن، احادیث متواتر اور اجماع سے ثابت ہیں۔ سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے۔ ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی سے ظاہر ہے۔ جو بظاہر طرق مذکور لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے کیوں کہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا۔ گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض ووتر وغیرہ۔ باوجود یہ کہ الفاظ حدیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی ہو گا"۔[xliii]

ادریس کاندہلوی اور تصور نبوت

تصور نبوت اور شبیر احمد عثمانی کا منہج (م1949ء)

شبیر احمد عثمانیؒ کی پیدائش 1875ء کو بجنور میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام فیض الرحمن عثمانیؒ تھا۔ آپ نے تعلیم جامعہ دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد مدرسہ فتحپور دہلی میں مدرس ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد دارالعلوم دیوبند میں تدریس شروع کی۔ 1944 میں مہتمم نامزد ہوئے۔ تحریک پاکستان میں آپ نے خوب ساتھ دیا۔ آپ کی وفات 1949ء کو کراچی میں ہوئی۔[xliv]

شبیر احمد عثمانیؒ نے نبی کی لیے تین علامات لوگوں کی ان سے محبت، اخلاق کا اعلی معیار، احکام الہی کا عوام الناس کے زہنوں میں ڈالنا یہ تین علامات جہاں پائی جائے گی وہ شخصیت نبی اور پیغمبر بنتا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:

"انبیاء کے دلوں میں اولا تو خدا کی محبت اور اخلاص اس درجہ ہو کہ ارادہ معصیت کی گنجائش ہی نہ نکلے دوسرے یہ کہ اخلاق پسندیدہ جو اعمال حسنہ کی جڑ ہیں ان کے اندر فطرتی طور پر راسخ ہوں تاکہ جو کام بھی وہ کریں قابل اقتداء اور جو فعل بھی ان سے سرزد ہو باعث ہدایت سمجھا جائے۔ تیسرے یہ کہ فہم فی نفسہ عیب ہونے کے علاوہ اس وجہ سے بھی ان کے حق میں مضر ہے کہ کلام خداوندی کے اسرار غامضہ کا سمجھنا اور دقیق علل پر مطلع ہونا اور ہر ایک ذکی وغبی کو احکام الہ دلنشن طریقے سے سمجھا دینا بغیر عقل صحیح اور فہم کامل کے ہر گز متصور ہی نہیں"[xlv]

عثمانیؒ ان مذکورہ اصول کو بنیاد بنا کر حضور ﷺ کی رسالت کا ثبوت کرتے ہیں جس سے آپ ﷺ نبوت بالکل واضح ہوتی ہے۔ چنانچہ پہلی علامت تھی کہ لوگ آپ سے محبت کرتے ہو اور اپنا سب کچھ نبی کے کہنے پر تبدیل کرتے ہیں۔ اس طرح نبی اخلاق کا اعلی مجسمہ ہو۔ پہلی اور دوسری علامت کا حضور ﷺ کی حیات میں ثابت کرتے ہوئے کی رسالت کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کہ عرب کی جہالت اور گردن کشی کون نہیں جانتا۔ ایسے جاہلوں اور خود سروں کو راہ پر لانا ہی دشوار تھا چہ جائیکہ علم الہیات، علم معاملات، عبادات، اخلاق، سیاست میں رشک نامدار بنا دیا یہاں تک دنیا نے ان کی اور ان کی شاگردوں کی شاگردی اختیار کی۔۔۔ نبی امی کی اواز نے قوم ناہنجار کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر کے زیر حکومت نہیں ائی تھی۔ رام کیا اور اس درجہ پر پہونچایا کہ اس عالم کے بڑی بڑی سلطنتوں کو زیروزبر کر دیا اور اس وقت بھی نبی امی اپنی قبر کے اندر سے لاکھوں بندگان خدا کو کلمہ اسلام پر قائم رکھے ہوئے ہے۔۔۔ آپ کے حسن اخلاق کا اندازہ کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ نہ کہیں کے بادشاہ تھے نہ بادشاہی گھرانے میں پیدا ہوئے نہ آپ کے ساتھ زیادہ مال و دولت تھی نہ آپ کے فوج تھی اہل وطن واہل قبیلہ آپ کے ساتھ نہیں تھی اس کے باوجود آپ نے کلمہ بلند کیا اور تمام عرب کی معبودوں کو باطل کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان سب کو مسخر کر دیا جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں خون گرانے کے لیے تیار ہوئے گھر بار کو ترک کر دیا زن و فرزند سے بگاڑلی مال و دولت کو سنگریزوں سے زیادہ حقیر سمجھا۔ پھر دو چار روز کا ولولہ نہ تھا بلکہ آپ کے بعد بھی اسی حالت پر استقلال کے جمع رہے یہاں تک قیصر و کسریٰ کے تخت الٹادیے۔ فارس وروم کو تہ وبالا کر دیا اور اس پر معاملات میں وہ شائستگی رہی کہ مقابلہ جہاد کے علاوہ ایزاء رسانی نہیں دی۔۔۔ باقی قرآن کے سوا آپ کے جو علمی اور عملی معجزات ہیں ان کے بیان کی اس وقت بالکل گنجائش نہیں رہی اور نہ قلت وقت کی وجہ سے توریت وانجیل وغیرہ کے بشارات آپ کی نبوت کے متعلق نقل کر سکا۔"[xlvi]

عثمانیؒ نے انبیاء کی تیسری خوبی بیان کی تھی کہ ان کے تعلیمات علوم و فہم پر مبنی ہوگے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی تعلیمات اور علم آج کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

"کیونکہ آپ کے بے شمار علمی و عملی کارنامے اس وقت دنیا کی انکھوں سے اوجھل نہیں ہیں اور نہ تمام اولوالوزم انبیاء کے معجزات مل کر آپ کے معجزات کی ہمسری کر سکتے ہیں۔ آپ کے فہم واخلاق کا موافق و مخالف کو اعتراف کرنا پڑا ہے اور چار دانگ عالم آپ کی صداقت کی سکہ بیٹھ گیا ہے اور دنیا کے ہر خطہ میں آپ کا آفتاب جاری ہے"[xlvii]

اسی بات کے طرف دوسرے مقام میں اس الفاظ کے ساتھ اشارہ کرتے ہیں کہ " حضور ﷺ کی رسالت کے اثبات میں لکھتے ہیں کہ ایک غیر متعصب اور عقلمند آدمی آپ کے احوال کا انبیاء سابقین کے احوال سے اور آپ کی تعلیم کا ان کی تعلیم سے آپ کی قوت اور ہمت کا ان کی قوت اور ہمت سے مقابلہ کرے گا۔ تو یہی اس کے لیے ضروری ہوگا کہ آپ کی محض صداقت کا نہیں بلکہ رسالت کا اور رسالت نہیں بلکہ ختم رسالت کا زبان ودل سے اقرار کریں گا"۔[xlviii]

شبیر احمد عثمانیؒ کے نزدیک معجزات کا ثبوت انبیاء کے لیے ثابت ہے لیکن معجزات نبوت کے لیے لازم نہیں ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں "معجزات اگرچہ اصل نبوت کے اعتبار سے ضروری نہیں لیکن مدعی نبوت سے ان کا صادر ہونا بے شک اس کی راست بازی کی دلیل ہے۔ جیسے بادشاہ کا معتمد کے گواہی کے لیے بادشاہ کا اقرار کرنا ہوگا"[xlix]

انبیاء کے لیے معجزات کے ثبوت پر بعض عقلیت پسند مفکرین کے طرف سے اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کے ہاں معجزات کا ثبوت نہیں ہیں کیونکہ معجزات کو تسلیم کرنا قوانین فطرت کے خلاف ہے۔ شبیر احمد عثمانی ان کی جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" کہ آپ کی بات تب درست ہوگی جب معجزہ یا خرق عادت کا وجود ممکن ہو حالانکہ اس کا امکان ابھی محل تردد میں ہے تو میں کہتا ہوں معجزہ اسی کو کہتے کہ جو عقلا محال نہ ہو لیکن خلاف عادت ہو اور خلاف عادت کے بھی یہ معنی ہیں کہ عام عادات کے خلاف ہو کیونکہ معجزہ بھی ہمارے نزدیک خدا کی خاص عادت ہے جو خاص خاص اوقات میں خاص مصلحتوں سے ظاہر ہوتی ہے۔"[l]

حوالاجات

---

i ابن منظور،لسان العرب، دار صادر، بیروت، ج1، ص162 تا 163

ii ابو القاسم محمود بن عمرو جار اللہ زمخشری،اساس البلاغة ، تحقیق محمد باسل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط اول،1998ء، ج2، ص324

iii احمد بن فارس،معجم مقاییس اللغة، تحقیق عبد السلام ھارون، مکتبۃ دار الفکر، ط1979، ج6، ص93

iv محمد بن مکرم،لسان العرب، دار صادر، بیروت، ط سوم،1414ء، ج15، ص379

v رشید رضا،الوحي المحمدي، 81

vi امام بیہقی،شعب الایمان، الباب الثانی، ص275

vii قاضی عبد الجباری،المغنی فی ابواب العدل و التوحید، تحقیق امین حولی، وزراۃ الثقافۃ والارشاد، مصر، ج 15، ص 244

viii قاسم بن محمد،الاساس فی عقائد الاکیاس، تحقیق البیر نصری نادر، دار الطلیعہ، بیروت،1980، ص137

ix صالح احمد الشامی،الامام الغزالي، دار القلم، ط اول،1993ء ص19 تا

x امام غزالیؒ،الاقتصاد فی الاعتقاد، ص88

xi مقاصد الفلاسفۃ، ص314 تا 320

xii امام غزالیؒ،الاقتصاد فی الاعتقاد، ص95

xiii امام غزالیؒ،الاقتصاد فی الاعتقاد،ص89

xiv امام غزالیؒ،تہافۃ الفلاسفۃ،ص64

xv امام غزالیؒ، تہافۃ الفلاسفۃ،ص65

xvi ابن رشد،تہافۃ التہافۃ،ص123

xvii ابن رشد،تہافۃ التہافۃ،ص132

xviii تاج الدین سبکی، طبقات الشافعیہ، تحقیق عبد اللہ الجبوری، مطبعۃ الارشاد، بغداد، ط اول، 1981ء، ج2، ص260

xix امام رازیؒ، مفاتیح الغیب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط اول، 2000ء، ج2، ص82

xx امام رازیؒ، مفاتیح الغیب، ج2، ص83

xxi امام رازیؒ، مفاتیح الغیب، ج25، ص29

xxii امام رازیؒ، المباحث المشرقیہ، ج3، ص353

xxiii امام رازیؒ، المطالب العالیہ، ج7، ص103

xxiv محمد ابو زہرہ، حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ، مترجم، علام رسول مہر، المکتبہ السلفیہ، لاہور، ط دوم، ص50 تا55

xxv ابن تیمیہؒ، مجموع فتاوي ابن تیمیہ، ج18، ص7

xxvi ابن تیمیہؒ، مجوع فتاوي ابن تیمیہ، ج7، ص35

xxvii ابن تیمیہؒ، مجموع فتاوي ابن تیمیہؒ، ج14، ص271

xxviii ابن تیمیہؒ، مجموع فتاوي ابن تیمیہؒ، ج14، ص268

xxix ابن تیمیہؒ، مجموع فتاوي ابن تیمیہؒ، ج16، ص31

xxx سبن تیمیہ، مجموع فتاوي ابن تیمیہ، ج16، ص266

xxxi ابن تیمیہؒ، مجموع فتاوي ابن تیمیہؒ، ج11، ص315

xxxii ابن تیمیہؒ، کتاب النبوات، ص28 تا29

xxxiii محمد اکرم چغتائی، شاہ ولی اللہ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص100

xxxiv شاہ ولي اللہ، الخیر الکثیر، ص181

xxxv شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ج1، ص158

xxxvi شاہ ولی اللہ، حجۃ البالغہ، ج1، ص136

xxxvii شاہ ولی اللہؒ، حجۃ البالغہ، ج1، ص160

xxxviii سرسید، مقالات سرسید، ج13، ص87

xxxix شاہ ولی اللہ، تفہیمات الھیہ، ج2، ص44

xl شاہ ولی اللہ، سطعات، سطعہ نمبر17، ص109

xli محمد اسعد تھانوی، مولانا قاسم نانوتوی کی دینی و علمی خدمات کا جائزہ، جامعہ کراچی، 2005، ص34 تا 51

xlii قاسم نانوتویؒ، تحذیر الناس، ص4

xliii قاسم نانوتویؒ، تحذیر الناس، ص10

xliv عبدالقیوم حقانیؒ، تذکرہ و سوانح، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، القاسم اکیڈمی، نوشہرہ، 2006ء، ص14 تا 40

xlv شبیر احمد عثمانی، تالیفات عثمانی، ص53

xlvi شبیر احمد عثمانیؒ، تالیفات عثمانیؒ، ص60 تا 61

xlvii شبیر احمد عثمانی، تالیفات عثمانیؒ، ص57

xlviii شبیر احمد عثمانی، تالیفات عثمانیؒ، ص61

xlix شبیر احمد عثمانیؒ، تالیفات عثمانی، ص58

l شبیر احمد عثمانی، تالیفات عثمانیؒ، ص59